

فکرِ عقبی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۖ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (توبہ ۱۸) ترجمہ: ”سو وہ ہنس لیں تھوڑے اور روتیں بہت سا۔ یہ بدلہ اس کا جو وہ کماتے ہیں“

عن ابی ہریرۃ قال قال ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو تعملون ما اعلم لیکتم کثیر اولضحکم قلیلا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابو القاسم محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری روح ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تمہارا رونا زیادہ ہوگا بہ نسبت ہنسنے کی، یعنی اس میں کافی کمی آجائے گی۔

منافقین کا انجام:

محترم سامعین! مالک الملک آیت کریمہ میں ان منافقوں کے انجام کا ذکر فرما رہے ہیں جو اسلام، مسلمانوں اور شعائر اسلام کا مذاق اڑا کر ان پر ازراہ توہین ہنستے ہیں چند روزہ زندگی میں اپنی بے ہودہ حرکات کے طور پر ہنس لیں، اس عارضی فانی اور چند روزہ زندگی کے خاتمہ پر پھر تمہارا رونا ہی رونا مقدر ہوگا۔ اور آنے والی زندگی کی انتہا بھی نہیں۔ کیا ہی بیکار اور عقل کی کسوٹی سے عاری سودا ہے تمہارا کہ اس حقیر زندگی کی حیا شی اختیار کر کے دائمی زندگی کی پر کیف زندگی کو مستقل عذاب میں تبدیل کر دیا۔ اس سے یہ سمجھ کر بے فکر ہو جانا کہ چلو یہ تو کفار بدکاروں اور منافقین کو خطاب اور ان کی مذمت و مزا کا حکم ہے، ہمیں اس سے کیا۔

اللہ کے دوست و دشمن:

یاد رکھیں! اللہ جل جلالہ کسی ذات سے محبت یا دشمنی نہیں بلکہ ان افعال و اعمال سے تعلق ہے جن کا ارتکاب یہ فرد کر رہا ہے۔ اگر اس کا کردار و عمل ایسا ہے جو اللہ کے رضا اور خوشنودی کا سبب ہے تو یہ بندہ اللہ کا محبوب اور اللہ اس کا محبوب، پھر یہ اس جماعت کا ایک فرد بن جاتا ہے جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ یعنی جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی محبت میں سنے، کیے اور مضبوط ہوتے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ جس شخص کے دل

میں اللہ کی محبت نہیں ہوتی، اللہ اللہ کے احکامات کی توہین و تحقیر کرتا ہے وہ مسلمان کی نعمت سے محروم ہے اسی طرح اگر اس فرد کا عمل و کردار کفار کے اعمال کی طرح ہے تو وہ اللہ کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے اور اس کا آخری انجام کفار کی طرح ہوگا۔ یہ قاعدہ صرف اس تلاوت شدہ آیت کے بارہ میں نہیں بلکہ قرآن نعوذ باللہ قصہ گوئی اور تاریخی واقعات کے ذکر کرنے والی کتاب نہیں بلکہ جن اقوام اور امتوں کے برائیوں کا تفصیلی ذکر اور راہ راست پر نہ آنے کی صورت میں عذاب دینے والے واقعات، جہاں ایک مخصوص قوم کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم ہے ان تمام واقعات و احکام کا ذکر قیامت تک آنے والے نسل انسانی کے عبرت اور ہدایت کی راہ چلنے کی دعوت عام ہے۔ کہ جن عوامل و اعمال کی وجہ سے انسانوں کی بستیاں نیست و نابود کردی گئی روزِ محشر تک آنے والا انسان ان اعمال سے بچتا رہے ورنہ یہ بھی اسی سزا کا مستحق ہے جسے امم سابقہ کے افراد نے اللہ کی نافرمانی کی صورت میں بھگتی۔

حاکم حقیقی اور حاکم عارضی

آئے روز آپ سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں کہ دنیا میں ایک حاکم وقت کی بغاوت پر باغی کی سرزنش اور سرکاشی یا پھانسی کی سزا ہو جاتی ہے اس سے اگر ایک عقل و خرد سے خالی فرد یہ سمجھے کہ یہ تو فلاں شخص کی سزا ہے مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے، ایک باغی کو اس فانی و چند روزہ اقتدار پر بیٹھا آدی موت کی سزا اسلئے دیتا ہے کہ جب تک میں مسند اقتدار پر براجمان ہوں رعایا کا کوئی دوسرا فرد اس جرم کو کرنے کا تو کیا تصور بھی نہ کرے حالانکہ اللہ کی بادشاہت، حاکمیت اور مالکیت کے سامنے دنیا کے حاکم اور عارضی اقتدار پر بیٹھے شخص کی ذرہ برابر حیثیت نہیں۔ چہ نسبت خاک راہا عالم پاکس۔

جامع دستور حیات:

قرآن مجید وہ کامل و مکمل اور قیامت تک وجود میں آنے والی نسلوں کے لئے ایسی جامع دستور حیات ہے کہ اس کے کسی ایک آیت بلکہ لفظ کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے بارہ میں تھا، اب اس پر عمل کی ضرورت نہیں ایسا سمجھنے والے کو دانشور و روشن دماغ تو کیا انسان بھی سمجھنا انسانیت کی تحقیر ہے، جن آیات و واقعات میں ایمان سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا گیا، ہمیں اور ہمارے آنے والوں کو اپنے مگر بیانون میں جھانکنا ہے کہ ان زیرِ عتاب لوگوں کے عذاب کے اسباب ہمارے اندر موجود ہیں یا نہیں۔

ہنسے ہسانے کا وبال:

محترم سامعین! زیادہ ہنسنا اور دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو جانا اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں میں خوفِ خداوندی کا احساس اللہ کی عظمت، اس کے عذاب سے نجات اور فکرِ آخرت کا تصور کم تر ہوتا جا رہا ہے بد قسمتی سے اس دور کے مسلمان بھی ہنسائے، ہنسے، دنیوی عیش و عشرت اور راحت و چین میں ایسے غرق ہو گئے کہ جس مقصد کے لئے اللہ نے پیدا فرمایا وہ ہم سب بھول گئے کہ ایسا وقت ضرور آنے والا ہے جس میں ہمارے ہر عمل کا محاسبہ ہوگا، نجات حاصل کرنے کی راہ میں

شدید ترین کھٹن مراحل ہر مسلمان نے طے کرنے ہیں صبح و شام دنیا کے حاصل کرنے کے ذرائع اور وسائل حاصل کرنے کیلئے ہر فرد اپنے اپنے ہمت اور طاقت سے بڑھ کر زور لگا رہا ہے جائیداد ہو، موٹر کار ہو، بنگلہ سب سے اعلیٰ ہو۔ الغرض یعنی رغبت اور محنت دنیا کیلئے ہے آخرت میں کامیابی کی وہ محبت اور اس کا اتنا شوق نہیں۔ ظاہری طور پر مسلمانوں کے موجودہ کردار سے معلوم ہو رہا ہے کتنا آخرت کے معاملات سے یہ یکسر انکاری ہیں۔

مصائب محشر:

ورنہ خطبہ کے ابتداء میں آیت کریمہ کے بعد آنحضرت ﷺ کا ارشاد جو میں نے پیش کیا جس کا خلاصہ یہ کہ اس مختصر سی زندگی کے بعد جن احوال کا آپ لوگوں کو سامنا کرنا ہے یعنی عالم برزخ، روز قیامت کے مشکلات حق تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے ہولناک عذاب اور نتیجہ جو مجھے معلوم ہے جس کی وجہ سے میرے دل پر ہر وقت غم و فکر لاحق ہوتا ہے اے میرے امتیو! اگر تم بھی ان تمام پیش ہونے والے مصائب سے آگاہ ہو جاؤ تو خوف و ہیبت کے مارے تم لوگ ہنسا بھول جاؤ بلکہ اپنا زیادہ تر وقت رونے اور غم میں صرف کرو گے۔ اخروی کامیابی جو کہ اعلیٰ ترین چیز ہے کیلئے قربانی دے کر دنیا اور اس کے مال و متاع جو حقیر ترین اشیاء ہیں حاصل کرنے والوں کو کیا یہ معلوم ہے کہ خاتم الانبیاء کے ارشاد گرامی میں اس بے وقعت چیز کی اللہ کے ہاں کیا قدر و قیمت ہے۔

دنیا کی حقیقت:

فرمان نبویؐ ہے: وعن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ذلوا کانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ماسقٰی کا فرأ منها شربة (رواہ الترمذی)
ترجمہ: حضرت سہیل بن سعد رحمہ اللہ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس دنیا کی اگر اللہ کے نزدیک پتھر کے پر کے برابر بھی قدر و قیمت ہوتی تو اللہ جل شانہ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔
کافر تو خدا کا دشمن ہے۔ یہاں دنیا کا معمول بھی یہی ہے کہ ایک دشمن اپنے مخالف کو قطعاً وہ چیز نہیں دیتا جس کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت ہو دنیا کے حقیر ہونا کا سبب یہی ہے کہ اس جلد ختم ہونے والے مال و متاع کو جس طرح اپنے صالحین کو عطا فرمایا اس سے زیادہ سرکشوں کو دیتا ہے۔ یہ زیادہ دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہیں بلکہ ثبوت ہے اس بات کی کہ جیسے کفار کفر کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہیں اللہ کے ہاں ان کو اس کے دیئے گئے مال کی حیثیت بھی ذلیل ہے۔

حصول رزق حلال:

ہمیشہ آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں کہ حلال مال کا حصول ممنوع اور قبیح نہیں بلکہ دین میں اس کے حاصل کرنے کی ترغیب بار بار دی گئی مگر یہ اجازت ہے مشروط ہے کہ دنیا کے مال و متاع کے محبت میں اتنا ڈوبنا کہ مالک الملک اور مسہب

الاسباب سے غافل ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی زندگی کے کسی حصہ میں خیال ہی نہ رہے۔ یہ دنیا اور اس کے اسباب و حشرات حاصل کرنے کا آلہ ہیں نہ کہ مقصد اعلیٰ ہے۔

فکر آخرت:

یہی وجہ ہے کہ جس کے دل و دماغ میں ہر وقت یہ بات کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حساب دینا ہے تو سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ہر وقت مسکرانے اور لہو و لب میں مصروف رہے، بلکہ اسے اپنے اعمال و گفتار میں اللہ کی نافرمانی پر رونے اور گناہوں سے مغفرت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں اس مختصر سے عالم دنیا میں تو مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جب امکان ہو کہ زندگی کے چند لمحات میں کسی آفت یا آزمائش کا سامنا کرنا ہے تو سوتے ہی عیش و عشرت اور ہنسنے کا سوال تو پیدا نہیں ہوتا، آرام، سکون اور راحت بھی اذیت میں بدل کر ہر وقت اس آنے والے آزمائش سے محفوظ رہنے کے لئے گریہ و زاری اور راج ہیں تلاش کرنے میں لگ جاتے ہیں جبکہ موت کے بعد پیش آنے والے مصائب کے سامنے دنیاوی آفات کی کوئی حیثیت نہیں۔ دنیوی مصائب میں خیر کے کئی پہلو مضر ہوتے جبکہ آخرت کی اذیت (اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے) میں خیر کا شائبہ تک نہیں۔

صحابہ کرام کی کیفیت نمک:

محترم حاضرین! آپ کو معلوم ہے کہ اسلام میں نافرط ہے اور نہ تغریط بلکہ فطرت کے مطابق مذہب ہے اس کے ہر حکم میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مسکرانے اور ہنسنے کی مذمت سے یہ نہ سمجھیں کہ اسلام میں مسکرانا بالکل شجرہ ممنوعہ ہے آنحضرت ﷺ بھی ہنستے، صحابہ رضوان اللہ بھی ہنسی مذاق کرتے، مگر ہمارا اور ان مقدس ہستیوں کے مسکرانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جلیل القدر صحابی حضرت قتادہ صحابہؓ کے ہنسنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔

وعن قتادہ قال سئل ابن عمرؓ هل كان اصحاب رسول الله ﷺ يضحكون قال نعم والایمان فی قلوبهم اعظم من الجبل وقال بلال بن سعد ادر کستهم یشتلون بین الاغراض و یضحک بعضهم الی بعض فاذا کان اللیل کانوا رهبانا (رواہ فی شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت قتادہ روایت کر رہے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کے صحابہؓ ہنسا کرتے تھے، ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں، حالانکہ ان کے دلوں میں (ہنسنے وقت) پہاڑ سے بھی بڑا ایمان موجود رہتا اور حضرت بلال بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہؓ کو اس حالت میں پایا کہ وہ (ہنسنے کرتے ہوئے) تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑنے میں مصروف ہوتے اور ایک دوسرے کی باتوں پر ہنستے رہتے مگر جب رات آتی تو وہ اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہو جاتے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی ہنسی دنیا داروں کی طرح نہ ہوتی بلکہ ایسے حالت میں ان کا ایمان اور خوف خدا کامل ان کے اندر موجود رہتا۔

صحابہ کرام کی فکر آخرت:

رات کو عبادت کا وقت ہوتا ہے تو وہ دنیا و دنیا میں سے بے نیاز، ان کا رابطہ صرف اللہ سے قائم رہتا۔ اپنے مالک و خالق کے سامنے عجز و انکساری کا مجسمہ بن کر روتے اور گڑ گڑاتے، صحابہ کرام کا ایمان کامل تھا، دنیا کی عیش و عشرت اور رنج و آلم اس قابل ہی نہیں کہ تمام عمر اس بارہ فکر مند رہنا پڑے بلکہ اصل فکر و غم کرنا یہ تھا کہ کیسے آخرت کی خوشی حاصل کی جائے اور عذاب سے محفوظ رہنا نصیب ہو، عمر بھر یہ حضرات اسی فکر اور جذبہ کو حاصل کرنے والے اسباب پر عمل کرتے رہے تو موت کا خوف ان سے محسوس ہو کر موت آنے پر وہ خوش ہوتے، میدان جہاد میں جب شہادۃ کا موقع ملتا آخری جملہ ان کے مبارک زبان پر یہ ہوتا ”فزت ورب الکعبہ“ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔

شقی و سعید:

اور جنہوں نے اس دنیا کو اپنا سب کچھ سمجھ لیا کہ یہی مقصد حیات ہے عیش و عشرت اور ہلکی مذاق کو اپنا اوڑھنا بچھوٹا بنایا، ایسے لوگ موت سے خوف زدہ رہتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زندگی میں اللہ کی ملاقات کے طلبگار نہ تھے۔ نتیجہ رب العالمین بھی ان سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔ پھر جب یہ بد بخت قرآن، احادیث، علماء اور صلحاء سے سنتے ہیں کہ ان نافرمانوں کا سخت سزاؤں سے واسطہ پڑے گا، اپنی گمراہی پر رو کر موت کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور جو نیک بخت موت کو پسند کرتا ہے، اس کو جب حالت نزع اور توبہ قبول نہ ہونے کا وقت آ جاتا ہے اور اس صالح اور متقی مومن کو اپنے رضا و خوشنودی اور جنت میں داخلہ کی خوشخبری جب اللہ کی طرف سے دی جاتی ہے جس کی وجہ سے زندگی کے مقابلہ میں موت سے محبت ہو جاتی ہے کہ جلد موت آ کر ان عظیم انعامات کو حاصل کرنے کیلئے عالم دنیا سے رخصت ہو جاؤں ان نوازشات کا ملنا موت کے بعد ہی ہے۔ ”الموت یوصل الحبیب“ دریا کے ایک کنارے عاشق ہو اور دوسرے کنارے معشوق۔ عاشق معشوق کی ملاقات تب کر سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی رابطہ اور پل وغیرہ ہو جس کو کراس کر کے دوسرے طرف پہنچ جائے۔ اسی طرح ایک پار سے مسلمان جو اپنے رب کا محب اور رب اس کا محبوب ہے، اس سے ملاقات کی نعمت تب حاصل ہوگی جب محبت موت کا مرحلہ طے کر لے۔ اسی ذوق و شوق کے پیش نظر صحابہ اور اللہ کے نیک بندے موت کا استقبال کرنے پر ہمت تیار رہتے۔

سنگ دلی کی علامت:

محترم دوستو! ذکر کر رہا تھا کہ قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ حد سے زیادہ مسکرانا بالخصوص قہقہے یہ سنگدلی و موت اور آخرت سے غفلت کی نشانی ہے، بزرگوں سے منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جب حضرت موسیٰ سے واپسی کی رخصت لینے لگے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نصیحت فرمانے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا اے موسیٰ جھگڑے سے بچو۔ بغیر ضرورت سفر سے اجتناب کرو، بلا وجہ ہنسنے سے اجتناب کرو، خطا کاروں کو ان کی خطاؤں پر شرمندہ نہ کرو اور جب کسی

ہنسنے کا شرعی طریقہ:

یہ یاد رکھیں مطلق ہنسنا مذموم نہیں بلکہ ایسے ہنسنے کی قباحت بیان کی گئی ہے جو حد سے تجاوز کر کے قہقہہ کی صورت اختیار کر جائے جیسے ہمارا ہنسنا کہ غیر اخلاقی و غیر مہذب صورت بنا کر قہقہے میں بدن کے تمام اعضاء کو شامل کرنے کے بعد اپنے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکالنے کی کوشش بھی کر دیتے ہیں زوردار قہقہوں سے جب تک آنتوں میں درد شروع نہ ہو بس نہیں کرتے ان گناہ بے لذت جیسے اعمال میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اگر ہم ان قیمتی لمحات کو حضور ﷺ کے ارشاد کہ زندگی کی لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا زیادہ استحضار کرو“ کے مطابق خرچ کرتے تو ان بے مقصد اعمال و حرکات میں وقت ضائع کرنے کا دل میں شوق ہی پیدا نہ ہوتا، مسکرانا جس کو تبسم سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے روایت ہے

مسکرانا سنت ہے:

عن عائشہؓ ما رأیت النبی ﷺ مستحیماً ضاحکاً حتی اری منہ لہو الہ انما کان یتبسم (رواہ البخاری) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو بھی (اس حالت میں) نہیں دیکھا کہ (ہنسنے میں) آپ کا منہ (اتنا) کھل گیا ہوں کہ مجھے آپ کے حلق کا مسوڑھا نظر آیا ہو۔ بلکہ اکثر و بیشتر آپ کا ہنسنا مسکراہٹ کی حد تک رہتا۔ آنحضرت ﷺ جب صحابہ سے کفر کے دور کے وہ واقعات جن کا سننا شرعی لحاظ سے جائز ہوتا ان میں ہنسنے کا واقعہ ہوتا تو اس پر مسکراتے۔ میری معلومات کے مطابق آپؐ ہمیں بھی قہقہہ کی صورت میں نہیں ہنسے۔

حسن بصری کے اقوال:

آیت **لَيْسَ ضَحْكُكَ لَيْلًا وَلَيْسَ كُفْرُكَ كَيْفًا** کی تفسیر میں مشہور مفسر قرآن حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: دنیا میں تھوڑا بھی ہنسنا دوزخ میں شدید رونے کا سبب بنے گا اور کس قدر حیرت و تعجب کا مقام ہے اس سے زیادہ ہنسنے والے پر جسے دوزخ درپیش ہے اور اس خوشیاں منانے والے پر جس کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے۔ ہم تو اتنے سنگ دل ہو گئے کہ کسی واعظ کا اثر ہم قبول ہی نہیں کرتے اللہ کے نیک بندے صیحت کرنے والے کی ایک بات سن کر اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ حسن بصریؒ کا مگر ایک ایسے نوجوان کے قریب سے ہوا۔ جو خوشی سے ہنس رہا تھا، حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا تم نے ہل مرا کا (کا میابی سے) عبور کر لیا ہے کہا نہیں پھر پوچھا کیا تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارا داخلہ جنت میں ہوگا، جواب میں کہا نہیں۔ فرمایا کہ پھر یہ ہنسی (کس خوشی میں) ہو رہی ہے، حسن بصریؒ کی یہ بات اس جوان کے دل کو ایسی لگی کہ توبہ تا تب ہو کر اس نوجوان کو کبھی کسی نے ہنسنے ہوئے نہیں دیکھا۔

ہمیں تو آنحضرت ﷺ کے تعلیم دے رہے تھے کہ اللہ کے خوف سے رویا کرو اگر روانا آسکے تو رونے والے کی شکل و صورت و

کیفیت اختیار کرو۔

گر یہ وندامت کی تعلیم

وعن انس عن النبی ﷺ قال یا ایہا الناس ابکو الہان لم تستطیعوا فہما کو ا فان اہل النار
یسکون فی النار حتی تسئل ذمومہم فی وجوہہم کا لہا جدا ول حتی ینقطع الدموع لتسئل
الدماء فتقرح العیون فلوان سفنا ازجیت فیہا لجرت (رواہ فی شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگوں! (اللہ اور اسے حساب
دینے کے خوف سے) روؤ۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو تکلف سے روؤ (یعنی موت کے جن احوال کا سامنا کرنا پڑے گا ان کا
تصور کرو جو اللہ کے خوف سے دل کی خنکی کو ختم کرنے اور رلانے پر مجبور کر دے) کیونکہ دوزخی جہنم میں اتار دئے گئے (اللہ
ہم سب کو اس رونے سے بچائے) کہ آنسو ختم ہو کر خون کے آنسو ان کے چہروں سے اس طرح بہنا شروع کر دیں گے
جس طرح نالیوں میں پانی جاری ہو جاتا ہے۔ خون کے کثرہ جریان سے ان کی آنکھیں ابولہان ہو جائیں گی اور آنکھوں
سے آنسو اور خون کا لکنا اتنا زیادہ ہوگا کہ نیچے جمع ہونے کے بعد نہر اور دریا کی طرح ذہلوان کی طرف بہنا شروع کر دے گا
اگر ان بہنے والے آنسو اور خون میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں (جیسے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں)۔ ان آنکھوں سے بہنے
والے آنسو اور خون میں چلنے لگیں گی

جو زیادہ ہنستا ہے

حضرت ابن عباس کا فرمان ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے (ندامت، پشیمانی، اللہ کے سامنے مغفرت کیلئے رونے
کی بجائے) اور اس پر ہنستا بھی ہے وہ دوزخ میں روتا ہوا داخل ہوگا اور یہ بھی بزرگوں کے واسطے سے منقول ہے کہ دنیا میں
زیادہ ہنسنے والا آخرت میں بہت روئے گا اور دنیا میں اللہ کے خوف سے زیادہ رونے والا جنت میں خوش و فرم اور خوب منے
گا۔

رونے والی آنکھ

محمد بن عجلان سے منقول ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی ماسوائے ان تین آنکھوں کی:

(۱) وہ آنکھ جو دنیا میں اللہ کے خوف سے روتی رہی۔ (۲) وہ آنکھ جو حلال اور ناجیز چیز اور مقام سے بچتی رہی۔ (۳) وہ
آنکھ جو اللہ کی رحمت میں بے خواب رہی، جیسے اللہ کے دین کے اعلاء کیلئے مجاہدین کی چوکیداری اور حفاظت پر رات بھر مامور
ہے یا رات بھر اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے عبادت اور گریہ زاری میں مصروف رہے

اچھے اور برے افعال کے اثرات

انسان دنیا میں اچھا یا برا جو عمل کرتا ہے اسکے اثرات دنیا میں بھی وقوع پذیر ہونا شروع ہو جاتا ہے حضرت ابو

حریرہ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ! پیغمبرِ ماری کی راہ اختیار کر جسکا فائدہ یہ ہوگا کہ (دنیا میں) زیادہ عبادت کرنیوالے بن جاؤ گے، قناعت اور صبر اپنے آپ میں پیدا کر جس کا اثر یہ ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ شکر گزار اور صابر بن جاؤ گے اور لوگوں کیلئے یعنی پسند کرو جو اپنے لئے چاہتے ہو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ (اللہ) ایسے عمل کرنے والے کو کامل مومن کے مقام پر فائز کر دے گا۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے مسلمان بن جائے گا اور بہت کم ہنسا کر کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

نور ایمان سے خالی چہرہ

محترم دوستو! آپ خود بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ جو شخص موت کے بعد کے حالات سے بالکل بے فکر ہو ہر وقت ہنسنے اور دوسروں کو ہنسانے کے مشغلہ میں ہمہ وقت مشغول رہتا ہے اسکے چہرے کا رنگ ڈھنگ ایمانی چمک سے عاری ہو کر ایک حمرہ کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے جس کے بارہ میں حادی برحق صلعم کا ارشاد ہے:-

عن ابی ہریرۃ قال دخلت علی رسول اللہ صلعم فقلت یا رسول اللہ اوصنی فذكر الحديث بطوله الى ان قال عليك بطول الصمت فانه مطردة الشيطان وعون لك على امر دينك ، قلت زدنی قال وایاک وکثرة الضحک فانه یعمیت القلب ویلہب بنور الوجه (رواہ البیہقی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے نصیحت فرما دیجیے، حضور ﷺ نے فرمایا، زیادہ وقت خاموشی اختیار کر (خاموشی) شیطان کو (انسان سے) دور بھاگاتی ہے اور نیکی کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا مزید نصیحت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، زیادہ ہنسنے سے بچتے رہو کیونکہ یہ عمل دل کو مردہ اور چہرے کی نور کو ختم کر دیتی ہے۔

جہنم کی گہرائی میں پڑنے کی وجہ

جو شخص صرف لوگوں کو ہنسنے اور ہنسانے کیلئے مسخرہ بن کر بے بنیاد اور لہو و لعب پر مبنی باتیں گھڑتا ہے اسکے بارہ میں فرمایا: عن ابی سعید الخدریؓ یرفعہ قال ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ لا یرید بها ما الا لیضک بها القوم فانه لیقع منها ابعده من السماء (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ حضور صلعم سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا (جو) آدمی صرف لوگوں کو ہنسانے کیلئے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے (یہ) کوئی حرج (یا گناہ) نہیں سمجھتا لیکن اسکی وجہ سے زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ سے زیادہ گہرائی میں جہنم پہنچ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو بے مقصد اعمال و اقوال سے محفوظ فرما کر اپنے رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بننے والے اعمال پر چلنے کی توفیق سے مالا مال فرمادیں۔ آمین